ہجرتِ رسول
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
شہزادہ اعلیٰحضرت حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ
مفتی محمد اختر رضا خان
دامت برکاتہم العالیہ
قادری الازہری بریلوی
ادارہ معارفِ نعمانیہ لاہور

ادارہ معارفِ نعمانیہ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلسلہ اشاعت نمبر 124

| | |
|---|---|
| نام کتاب | ہجرت رسول |
| تصنیف | شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اختر رضا خان دامت برکاتہم العالیہ |
| ترتیب و تقدیم | مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی بریلی شریف انڈیا |
| صفحات | 32 |
| بار اول | بریلی شریف انڈیا |
| بار دوم | جون 2004 بمطابق جمادی الاول ۱۴۲۵ھ |
| تعداد | 1100 |
| شرف اشاعت | ادارہ معارف نعمانیہ لاہور |
| ہدیہ | دعائے خیر بحق معاونین |

**نوٹ**: بیرون جات کے شائقین مطالعہ 10 روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال فرما کر طلب فرمائیں۔

## ملنے کا پتہ

ادارہ معارف نعمانیہ

323 شاد باغ لاہور

# عرض فاروقی

تاریخ اسلام میں ''ہجرت رسول ﷺ'' ایک انقلاب آفریں موڑ ہے۔ جس کے بعد اسلام ''شاہراہ ترقی'' پر گامزن ہو گیا اور یکے بعد دیگرے فتوحات اسلامیہ کا وہ سلسلہ شروع ہوا جسے دیکھ کر اقوام عالم کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں، دیکھتے ہی دیکھتے قیصر و کسریٰ جیسی ناقابل تسخیر تصور کی جانے والی سلطنتوں پر اسلامی پرچم اپنی سرمدی شان کے ساتھ لہرانے لگا۔

ہجرت رسول سے جہاں ہمیں اسلام کی خاطر پیہم مصیبتوں کا بار برداشت کرنے کا درس ملتا ہے وہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صحابۂ کرام کے ''مثالی عشق'' کا سبق بھی ملتا ہے جس نے کسی بھی موڑ پر انھیں رسول کے لئے اپنی پیاری جانوں کا نذرانہ پیش کرنے سے منحرف نہ ہونے دیا اور نہ ہی ''جادۂ عشق'' سے سرمو بھٹکنے دیا۔

آج ضرورت اس بات کی داعی ہے کہ ''سیرت رسول'' کا ہر ہر گوشہ ہماری آنکھوں کے سامنے اور صحابۂ کرام کا ہر ہر کردار ہمارے ذہن دماغ کے نہاں خانوں میں رچا بسا ہوتا کہ اس پر فتن دور میں ہم دین دنیا دونوں سنوار سکیں۔

زیر نظر رسالہ ''ہجرت رسول ﷺ'' سیدی و مرشدی تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج الشاہ المفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی دام ظلہ العالی کی اپنی نوعیت کی اچھوتی اور دل پذیر رسالہ ہے جسے آپ نے بہت عرصہ پہلے تحریر فرمایا تھا مگر کسی وجہ سے طبع ہونے سے رہ گیا، خداوند قدوس کا ہزار ہا شکر ہے کہ دارالافتاء کی جدید کاری کے دوران یہ رسالہ راقم کے ہاتھ لگ گیا جسے راقم اپنی خوش بختی تصور کرتے ہوئے ترتیب و تسہیل کے ساتھ قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

مولائے کریم اس رسالہ کو عوام کے لئے نفع بخش اور راقم کے لئے نجات اخروی کا ذریعہ بنائے: آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ و علی آلہ واصحابہ اجمعین.

احقر محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی غفرلہ

یکے از خدام حضور تاج الشریعہ و مرکزی دارالافتاء بریلی شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وآلہ الکرام واصحابہ العظام

جب حضور سرورِ عالم نبی مکرم ﷺ اہل مدینہ سے اپنی نصرت وحمایت پر بیعت تمام فرما چکے اور حضور علیہ السلام کے مکی اصحاب کو مکہ میں رہنا اور مشرکین کی ایذائے بیکراں کو سہنا دشوار ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نبی کی زبان فیض ترجمان پر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی رخصت عطا فرمائی۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ: جب مشرکین مکہ کی اذیت مسلمانوں کے لئے بڑھی تو مسلمان نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور شاکی ہو کر اذن ہجرت کے طالب ہوئے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

"مجھے تمہاری ہجرت گاہ دکھائی گئی وہ برزم سرزمین کھجور کے درختوں والی دو سنگستانوں کے درمیان واقع ہے"

پھر چند دن توقف فرمانے کے بعد اپنے صحابہ میں خوش وخرم رونق افروز ہوئے اور فرمایا:

مجھے تمہاری جائے ہجرت بتادی گئی، سنو وہ یثرب[1] ہے کہ جو مکہ سے نکلنا چاہے نکل جائے"

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بعد لوگ مکہ سے ٹکڑیوں میں خفیہ طور پر نکلے اور مدینہ کو چل پڑے مگر سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلانیہ ہجرت کی اور کفار مکہ سے کوئی انہیں نہ روک سکا

---

[1] "یثرب" "مدینہ طیبہ کا بعثت نبوی سے پہلے کا نام ہے، جس کا معنی ہے "بیماریوں کی جگہ" حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے "طیبہ" کا نام عطا فرمایا اور یثرب کہنے سے ممانعت فرمائی لہٰذا اب مدینہ منورہ کو یثرب کہنا جائز نہیں، ۱۲ رمنہ۔

نہ انہیں ایذا دینے کی کسی کو مجال ہوئی آپ کے ساتھ آپ کے بھائی زید بن الخطاب نے بھی ہجرت فرمائی[1]۔

اب مکہ میں حضور علیہ السلام کے ساتھ ابو بکر صدیق اور علی مرتضیٰ ہی رہ گئے پھر جب قریش نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مدینہ والوں کی حمایت مل گئی اور ساتھی مل گئے جن کے شہر کا حضور قصد فرما رہے ہیں اور حضور علیہ السلام کے اصحاب مہاجرین مکہ سے نکل کر ان سے جا ملتے ہیں تو انہیں حضور علیہ السلام کے مکہ کے باہر جانے سے اندیشہ ہوا، قریش ''دار الندوہ'' میں جو قصی بن کلاب کا گھر تھا مشورہ کو اکھٹے ہوئے اور قریش ہر کام اسی دار الندوہ میں کرتے اور اسی میں مشورہ کرتے تھے اور مشورہ کو بیٹھنے والوں نے دوسروں کو اس گھر میں قدم نہ رکھنے دیا کہ کہیں کوئی ہاشمی ''دار الندوہ'' میں نہ آجائے کہ ان کی سازش سے واقف ہو۔

یہ لوگ بہ قول ابن درید پندرہ تھے اور ابن دحیہ کے بقول سو تھے اور جب یہ لوگ مشورہ کو بیٹھ چکے شیطان ان میں بڑے بوڑھے نجدی کے بھیس میں نمودار ہوا ہاتھ میں ٹیڑھی لاٹھی جس کے بل جھک کے کھڑا ہوا اونی جبہ پہنے سر پہ ہری ٹوپی سبز چادر اوڑھے دار الندوہ کے دروازہ پر کھڑا ہوا تو جب اسے دیکھا بولے، آپ کون بزرگ ہیں؟ وہ بولا نجد کا ایک بوڑھا تمہاری بات جس کیلئے تم جمع ہو، سنی تو تمہارے ساتھ تمہاری بات سننے کو حاضر ہو گیا اور توقع ہے کہ تم اسکی رائے اور خلوص سے محروم نہ رہو گے اور اگر میرا ساتھ بیٹھنا ناپسند کرو تو تم لوگوں میں نہ بیٹھوں تو قریش باہم ایک دوسرے سے

---

[1] اگر زرقانی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے حضرت زبیر کی بابت فرمایا کہ انہوں نے، وہ ... میں مجھ سے سبقت کی، مجھ سے پہلے ہجرت کی اور مجھ سے پہلے شہید ہوئے۔ تذکرہ فی شرح ... ۲۰

بولے یہ آدمی نجد کا ہے مکہ کا نہیں تو اسکی حاضری تمہارا کچھ نہ بگاڑے گی۔
اب اپنی بات کرنے لگے تو قریش باہم بولے اس شخص یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جو معاملہ ہوا وہ ہوا اور ہم خدا کی قسم اس کے پیروکاروں کی معیت میں اس کے حملہ سے بے خوف نہیں تو ان کے بارے میں کوئی رائے پختہ کرو تو ابوالبختری ابن ہشام (اور ایک روایت میں ہے کہ ہشام بن عمرو) بولا میری رائے یہ ہے کہ انہیں ایک گھر میں بند کردو اور خوب کس کر باندھو اور گھر کو ہر چہار جانب سے بند کردو بس ایک روشندان کھلا رکھو جس سے کھانا پانی ڈالتے رہو اور ان کی موت کا انتظار کرو تو یہ اپنے پیشرو شعراء زہیر و نابغہ کی طرح معاذ اللہ ہلاک ہو جائیں گے۔
اس پر وہ دشمن خدا شیخ نجدی چیخا اور بولا یہ تمہاری بہت بری رائے ہے خدا کی قسم اگر تم نے انہیں مقید کردیا تو ان کی خبر ان کے اصحاب کو ہو جائے گی تو وہ حملہ کر کے انہیں تم سے چھڑالیں گے، قریش بولے بڈھے نے سچ کہا اور ہشام (اور ایک روایت میں ہے کہ) ابوالبختری نے کہا کہ میری رائے ہے کہ انہیں اونٹ پر سوار کرو اور اپنے شہر سے نکال دو تو ان کے کام سے تمہارا کچھ نہ بگڑے گا اور تم چین سے ہو جاؤ گے تو نجدی بڈھا بولا خدا کی قسم یہ تمہارے نفع کی بات نہیں کیا تم ان کی بات کے حسن اور بولی کی مٹھاس اور لوگوں کے دلوں کو اپنے کلام کے ذریعہ قابو میں کر لینے سے بے خبر ہو تو خدا کی قسم اگر تم نے ایسا کیا تو اس سے بے غم نہ ہو گے کہ وہ عرب کے کسی قبیلہ پر اپنی باتوں سے اثر انداز ہو تو وہ اس سے بیعت کرلیں پھر وہ انہیں لے کر چلا آئے اور وہ تمہیں روند ڈالیں۔

بولے بڈھا خدا کی قسم سچ بولا تو ابو جہل بولا میری ایک رائے ہے میں نہیں سمجھتا کہ تم اب تک اس کو پہنچے ہو وہ بولے وہ رائے کیا ہے؟۔

ابوالحکم[1] وہ بولا میری رائے یہ ہے کہ ہم ہر قبیلہ سے تندرست جوان صبر آزما نسب وفضیلت والا لیں پھر ہر جوان کو شمشیر آبدار دیدیں پھر وہ سب اس کی جانب بڑھیں تو وہ سب ایک ہو کر اس پر وار کریں اور اسے قتل کردیں تو ہم اس سے نجات پا جائیں اس لئے کہ وہ جوان جب یہ کام کر گزریں گے تو ان کا خون قبائل میں پھیل جائے گا تو ہاشمی سب سے جنگ نہ کرسکیں گے تو ہم سے دیت پر راضی ہو جائیں گے۔

شیخ نجدی ملعون بولا: بات تو اس جوان نے کہی اور تم میں اسی کی رائے اچھی ہے اور تمہارے لئے اس سے بہتر میں نہیں جانتا تو سب ابو جہل کی رائے پر متفق دلوں میں حضور علیہ السلام کے قتل کا ارادہ پختہ کئے اپنے اپنے گھروں کو چل دیئے تو سیدنا جبریل علی نبینا وعلیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان باتوں سے خبردار کیا اور عرض کی حضور آج رات اپنے بستر پر استراحت نہ فرمائیں اور اب اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو مکہ سے باہر تشریف لے جانے کا اذن دیا تو حضور علیہ السلام نے سیدنا علی کو حکم فرمایا کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بستر اقدس پر سو جائیں تو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ السلام کی خواب گاہ میں سوئے اور حضور علیہ السلام نے فرمایا میری چادر اوڑھ لو تمہیں ہرگز کوئی ناپسندیدہ بات نہ پہنچے گی۔

پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کاشانۂ اقدس سے باہر آئے اور

---

[1] یہ ابو جہل کی کنیت تھی جسے بدل کر حضور علیہ السلام نے "ابو جہل" یعنی جاہلوں کا باپ فرمادیا ۱۲ منہ۔

دست اقدس میں مٹھی بھر خاک لی اور کافروں کی آنکھوں کو حضور علیہ السلام کو دیکھنے سے اللہ تعالیٰ نے اندھا کر دیا اور حضور علیہ السلام ان کے سروں پر خاک ڈالتے جاتے اور یہ آیتیں پڑھتے جاتے:

یٰسٓ o وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ o اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ o عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ o تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ o لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ o لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ o اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ o وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ o

(سورہ یس پارہ ۲۲/۲۳ آیت ۱ تا ۹)

ان آیتوں کا سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے یوں ترجمہ فرمایا:

"حکمت والے قرآن کی قسم بیشک تم سیدھی راہ پر بھیجے گئے ہو، عزت والے مہربان کا اتارا ہوا تاکہ تم اس قوم کو ڈر سناؤ جس کے باپ دادا نہ ڈرائے گئے، تو وہ بے خبر ہیں بے شک ان میں اکثر پر بات ثابت ہو چکی ہے تو وہ ایمان نہ لائیں گے ہم نے ان کی گردنوں میں طوق کر دیئے ہیں کہ وہ ٹھوڑیوں تک ہیں تو یہ اوپر کو منہ اٹھائے رہ گئے اور ہم نے ان کے آگے دیوار بنا دی اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور انہیں اوپر سے ڈھانک دیا تو انہیں کچھ نہیں سوجھتا" (کنز الایمان)

یہ آیتیں کفار مکہ کی اس وقت کی حیرت و پریشانی خشیت و بے سرو سامانی باآں ساز و سامان ظاہری کا منظر دکھا رہی ہیں اور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس موقعہ پر ان آیات مذکورہ تلاوت کرنے سے بعید نہیں کہ یہ دعویٰ کیا جائے کہ یہ آیات اسی موقعہ اور انہیں کافروں کے سبب نازل ہوئیں اگرچہ عموم لفظ ہر کافر کو شامل: فان العبرة لعموم اللفظ لالخصوص السبب کما صرحوا قاطبة.

یہاں سے ظاہر ہوا کہ بزرگان دین سے جو نسبت رکھتے ہیں وہ بطور تبرک ہے اور اس سے دفع بلا و حصول برکت ہوتا ہے نیز یہاں سے یہ بھی واضح ہوا کہ دفع بلا کے لئے قرآن عظیم کی آیات کی تلاوت جائز ہے اور حضرت ابن ابی اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ''یٰس'' شریف کے بارے میں ارشاد فرمایا:

''اگر ڈرنے والا یہ آیات پڑھے بے خوف ہو اور اگر بھوکا پڑھے تو سیر ہو جائے''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی ہجرت کی خبر دی اور انہیں حکم فرمایا کہ وہ مکہ میں حضور علیہ السلام کی ہجرت کے بعد ٹھہریں کہ لوگوں کی امانتیں جو حضور علیہ السلام کے پاس تھیں ادا کریں، حضور علیہ السلام کے پاس امانتیں آپ کی سچائی اور دیانتداری کی وجہ سے رکھی جاتی تھیں۔

مشرکین نے رات یوں کاٹی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بستر اقدس پر سوئے ہوئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چوکسی کرتے رہے

اورانہیں گمان یہ تھا کہ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اسی حال میں ان کے پاس کوئی جوان کے ساتھ نہ تھا آن کر بولا یہاں کیا انتظار کرر ہے ہو؟ وہ بولے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راہ دیکھتے ہیں، اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ناامید کیا خدا کی قسم وہ تو تمہارے سامنے سے گئے اور تم میں کسی کو نہ چھوڑا جس کے سر پر خاک نہ ڈالی ہو۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جس کو اس دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کنکری مل گئی وہ جنگ بدر میں حالت کفر میں مارا گیا اس واقعہ کا ذکر قرآن عظیم کی اس آیت کریمہ میں ہے:

"وَاِذْ یَمْکُرُبِكَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْیَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ٥　(سورۂ انفعال پارہ ۹/آیت ۳۰)

میرے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے ان آیات کا ترجمہ یوں فرمایا:

''اور اے محبوب یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے کہ تمہیں بند کرلیں یا شہید کردیں یا نکال دیں اور وہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر''　(کنز الایمان)

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلاناغہ صبح یا شام کو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لاتے تھے تو جب وہ دن آیا جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہجرت کا اذن فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم ہمارے پاس دو پہر کے وقت تشریف لائے ایسی ساعت میں جس میں تشریف آوری کی عادت نہ تھی تو جب ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھا تو سوچا ضرور کوئی بات ہوئی ہے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت تشریف لائے ہیں تو جب حضور علیہ السلام داخل ہوئے ابو بکر حضور علیہ السلام کے لئے اپنے پلنگ سے اٹھ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تشریف رکھی اور حضرت ابو بکر کے پاس میرے اور میری بہن اسماء کے سوا کوئی نہ تھا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میرے پاس سے ان کو نکال دو جو تمہارے پاس ہیں تو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی اے اللہ کے نبی یہ تو میری بیٹیاں ہیں"

اور بخاری کی روایت میں ہے:

"یہ حضور علیہ السلام کے اہل ہی تو ہیں اور ماجرا کیا ہے میرے ماں باپ حضور پر قربان[1] حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے مکہ سے باہر جانے اور ہجرت کرنے کا حکم دیا ہے[2] ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی میں بھی ساتھ چلوں؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا: ہاں"

---

[1] صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضور علیہ السلام کو اسی کلمہ سے مخاطب فرماتے تھے جس سے ظاہر کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غایت درجہ تعظیم فرماتے تھے ۱۲، منہ۔

[2] اذن ہجرت میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا یعنی اور یوں عرض کرو کہ اے میرے رب مجھے سچی طرح داخل کر (مدینہ میں) اور سچی طرح باہر لے جا (مکہ سے) اور مجھے اپنی طرف سے مددگار غلبہ دے ۱۲، منہ۔

حاشیہ ''جمل ہجریہ'' میں ہے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تو حضور علیہ السلام میری ایک اونٹنی لے لیں اور ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہجرت سے چھ ماہ پہلے دو اونٹنیاں خریدی تھیں تو انہیں چارہ دیتے رہے اس انتظار میں کہ ہجرت کی ساعت آئے تو ان دونوں پر سوار ہو کر مکہ سے باہر تشریف لے چلیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے بقیمت لینا منظور فرمایا اور چار سو درہم پر اسے خرید لیا، یہ اونٹنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس رہی اس کی موت حضرت ابو بکر کے دور خلافت میں ہوئی۔

پھر ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر سے ہر دو عازمان ہجرت سامان سفر لے کر شب جمعہ کو باہر تشریف لائے اور راتوں رات غار ثور پہنچے تو اس میں باقی شب گزاری اور ہفتہ کی شب اور اتوار کی شب اسی میں رہے اور دو شنبہ کی شب کو اس غار سے باہر آئے اور مدینہ میں دوشنبہ کے دن پہنچے یوں ان کی مدت سفر آٹھ دن ہوئی اور قریش جب حضور علیہ السلام کی جستجو میں لگے تو مکہ کا ہر بلند و پست مقام چھان مارا اور ہر جانب میں لوگ حضور علیہ السلام کے پیچھے بھیج دیئے تو جو ثور کی جانب گیا تھا اس نے حضور علیہ السلام کا نشان قدم وہاں پایا تو وہ اس پہ چلتا رہا یہاں تک وہ نشان غار ثور تک ختم ہو گیا اور کفار کو حضور علیہ السلام کا مکہ کے باہر تشریف لے آنا بہت ناگوار ہوا، وہ اس سے بہت گھبرائے اور انہوں نے حضور علیہ السلام کے پھیر لانے والے کے لئے سو اونٹ کا انعام رکھا۔

حضور علیہ السلام جب غار میں جلوہ افروز ہوئے اللہ نے اس پر ببول کا پیڑ اگا دیا جس نے لوگوں کی نظروں کو غار سے روک لیا اور اللہ تعالیٰ

نے دو جنگلی کبوتر بھیجے جو وہاں پر آکے ٹھہر گئے اور روایت میں آیا ہے کہ ان دونوں نے وہاں انڈے دیئے اور کہتے ہیں کہ حرم مکہ کے سب کبوتر ان ہی دو کبوتروں کی نسل ہیں اور مکڑی نے اللہ کے حکم سے غار کے بالائی حصہ پر جالا بن دیا اور قریش کے جوان اپنے ہتھیار لئے پہنچے اور ان میں سے کچھ وہاں غار میں دیکھنے لگے تو انہیں دو کبوتر ہی دکھائی دیئے تو انہیں علم ہو گیا کہ اس غار میں کوئی نہیں ہے اور کسی نے کہا اس غار میں گھس جاؤ تو امیہ بن خلف لعنۃ اللہ علیہ بولا اس غار میں تمہارا کیا دھرا ہے اس میں تو ایک مکڑی ہے جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش سے بھی پہلے کی ہے۔

بخاری و مسلم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ:

''میں نے غار سے مشرکین مکہ کے پیر دیکھے، میں نے عرض کی یا رسول اللہ انہیں کا کوئی اگر اپنے پیروں کی طرف نظر کرے تو ہم کو ضرور دیکھ لے گا حضور علیہ السلام نے فرمایا ابو بکر تم ان کے بابت کیا گمان کرتے ہو جس کا تیسرا اللہ ہے'' یعنی مطلب یہ کہ گھبراؤ مت اللہ کی مدد ہمارے ساتھ ہے.

ایک دوسری روایت میں یوں آیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

''اے اللہ ان کی آنکھیں اندھی کر دے تو ان کی آنکھیں غار میں داخل ہونے سے اندھی ہو گئیں''

امام علامہ بوصیری نے قصیدہ بردہ شریف کے ذیل کے اشعار

میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

وما حوی الغار من خیر ومن کرم
وکل طرف من الکفار عنہ عمی
فالصدق وفی الغار والصدیق لم یرما
وھم یقولون ما بالغار من ارم
ظنوا الحمام وظنوا العنبکوت علی
خیر البریۃ لم تنسج ولم تحم
وقایۃ اللّٰہ اغنت عن مضاعفۃ
من الدروع وعن عال من عن الاطم

"یعنی غار ثور کیسی خیر وکرامت کو لئے ہوئے تھا اور کافروں کی ہر نظر ان سے اندھی تھی تو رسول صدق اور صدیق غار ہی میں رہے اور کافر یہ کہہ کر رہ گئے کہ غار میں کوئی نہیں، انہیں گمان ہوا کہ کبوتری حضور بہترین خلائق علیہ السلام پر نہ منڈلاتی نہ مکڑی نے ان کی جلوہ گاہ پر جالہ بنایہ اللہ کا بچاؤ تھا جس نے سپاہیوں کی کثرت اور بلند قلعوں سے بے نیاز رکھا"

عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی کمسنی کے باوجود رات کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس قریش کی خبریں لاتے پھر پچھلی شب میں ان کے پاس سے چلے جاتے اور مکہ میں یوں صبح کرتے جیسے مکہ ہی میں رات گزارتے ہوں اور عامر بن فہیرہ ابوبکر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام ان دونوں کے پاس ہر دن دودھ لاتے اور مدینہ طیبہ کا راستہ بتانے کے لئے دونوں حضرات نے عبد اللہ بن ارقط کو مزدوری پہ رکھا (عبد اللہ بن ارقط کا اسلام لانا معلوم نہ ہوا) اور دونوں نے اپنی اونٹنیاں اس کو دیں اور تین راتوں کے بعد غار ثور پر اسے ملنے کا وعدہ فرمایا۔

عبد اللہ بن ارقط وہاں ان کے پاس آیا اور دونوں حضرات غار سے باہر آئے اور چل دیئے اور عامر بن فہیرہ اور ان لوگوں نے سمندر کا راستہ لیا، ابھی یہ لوگ رستہ ہی میں تھے کہ انھیں گرفتار کرنے کی غرض سے سراقہ بن مالک آگئے، حضور علیہ السلام نے زمین کو حکم دیا کہ ان کو پکڑ لے تو ان کے گھوڑے کے دونوں پیر گھٹنوں تک زمین میں پھنس گئے حالانکہ زمین سخت تھی تو سراقہ نے حضور علیہ السلام سے امان مانگی تو گھوڑا اس آفت سے چھوٹا اب سراقہ حاضر خدمت ہوئے اور رخت سفر اور ساز و سامان پیش کیا جو قبول نہ ہوا، حضور علیہ السلام اور اصحاب نے سراقہ[1] سے کہا ہمارے معاملے کو مخفی رکھنا اس کے بعد سراقہ وہاں سے لوٹے راستے میں جو بھی ملتا اسے پھیر دیتے اور کہہ دیتے کہ میں نے تمام راستے چھان ڈالے مگر کسی کو نہ پایا۔

امام بوصیری علیہ الرحمہ نے قصیدہ ہمزیہ کے اشعار ذیل میں اس واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ:

ونحا المصطفٰی المدینۃ واشتاقت

الیہ من مکۃ الانحاء

---

[1] مسئلہ: ظالم کو دفع کرنے اور اپنا حق حاصل کرنے کے لئے پہلو دار بات جس کا ظاہر جھوٹ ہو بولنا جائز ہے اسی طرح صلح اور جنگ کے موقع پر بھی بظاہر جھوٹ بولنا جائز ہے ۱۲ منہ۔

وتغنت بمدحہ الجن حتی
اطرب الانس منہ ذاک الغناء
واقتفی اثرہ سراقۃ فاستہوتہ
فی الارض صافن جرداء
ثم ناداہ بعد ما سیمت الخسف
وقد ینجد الغریق النداء

"یعنی مصطفیٰ ﷺ مدینہ کو چلے اور مکہ کے اطراف مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشتاق ہوئے اور مصطفیٰ ﷺ کی مدحت کے ترانے جنوں نے اس قدر گائے کہ اس سے انسان مست ہوگئے اور سراقہ رضی اللہ عنہ نے ان کا پیچھا کیا تو زمین میں ان کے تیز رفتار گھوڑے نے انہیں پھنسا دیا پھر سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کو پکارا بعد اس کے کہ گھوڑا زمین میں دھنسنے کے قریب تھا اور بے شک غریق کو پکارنا بچالیتا ہے"

"مواھب اللدنیہ" میں ہے حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتی ہیں کہ: ہمارے پاس قریش کے کچھ لوگ آئے ان میں ابوجہل بھی تھا اس نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارے باپ کہاں ہیں میں بولی خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں کہ میرے باپ کہاں ہیں بے شرم ابوجہل نے ہاتھ اٹھایا اور میرے چہرے پر طمانچہ مارا جس سے میرا بند گر پڑا، جب یہ لوگ چلے گئے اور ہمیں معلوم نہ ہوسکا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہاں

ہیں تو ہمارے پاس جنوں میں سے ایک جن آیا جو ہمیں نظر نہ آتا تھا صرف آواز آتی تھی وہ یہ اشعار پڑھتا تھا:

جزی اللہ رب الناس خیر جزائہ
رفیقین حلا خیمتی ام معبد
ھما نزلا بالبر ثم ترحلا
فافلح من أمسی رفیق محمد
فیالقصی مازوی اللہ عنکم
بہ من فعال لا تجازی وسودد
لیھن بنی کعب مکان فتاتھم
ومقعدھا للمؤمنین بمرصد
سلوا أختکم عن شاتھا وانائھا
فانکم ان تسألوا الشاۃ تشھد
دعاھا بشاۃ حائل فتحلبت
لہ بصریح ضرۃ الشاۃ مزبد
فغادرھا رھنا لدیھا لحالب
یرددھا فی مصدر ثم مورد

یعنی اللہ لوگوں کا رب بہترین جزاء دے، ان دو ساتھیوں کو جو ام معبد کے خیمے میں مہمان ہوئے، وہ نیکی کے ساتھ نازل ہوئے، پھر وہاں سے رخصت ہوئے تو کامیاب ہوا وہ جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دوست ہو گیا، تو قریش

تم پر تعجب ہے اللہ نے کیسا کرم بے نظیر اور کیسی شرافت تم سے دور کردی (یعنی تمہارے شہر مکہ سے کرم والے نبی بے مثل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی) بنوکعب کوان کا مرتبہ اور اس کا مسلمانوں کے مکان کی نگہبانی کو بیٹھنا مبارک ہو، اپنی بہن سے اس کی بکری اور اس کے برتن کا قصہ پوچھو، تو تم اگر اس بکری سے پوچھو گے تو وہ گواہی دے گی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس عورت کی بکری جو حاملہ نہ تھی بلائی اور اسے دوہا تو خالص جھاگ والے دودھ کی دھار اس کے تھن سے نکل پڑی، پھر اس بکری کو حضور ﷺ نے دوہنے والے کے لئے چھوڑ دیا جو اسے بار بار دوہتا رہا''

راہ ہجرت میں بہت سے عجیب وغریب واقعات ہوئے ازاں جملہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کا گزر اپنے رفیقوں کے ساتھ ام معبد خزاعیہ کے خیمہ سے ہوا اور ان کی عادت یہ تھی کہ مسافروں کو کھلاتی پلاتی تھیں اور اس سال قحط تھا تو رفقائے حضور علیہ السلام نے ان سے گوشت یا دودھ مول لینے کا ارادہ کیا تو انھیں کچھ نہ ملا۔

اچانک حضور ﷺ کی نظر مبارک ایک بکری پر پڑی جسے کمزوری و لاغری نے بکریوں کے ساتھ چرنے کے قابل نہ رکھا تھا تو حضور ﷺ نے ام معبد سے پوچھا کیا اس بکری کے دودھ ہے؟ وہ بولیں، یہ بکری دودھ دینے کے قابل کہاں! حضور علیہ السلام نے فرمایا کیا اسے دوہنے کی مجھے اجازت

دیتی ہے، عرض کیا! جی ہاں تو حضور علیہ السلام نے بکری اور برتن طلب فرمایا پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے باندھا اور اس کے تھن پر بسم اللہ پڑھ کر دست اقدس پھیرا تو وہ دودھاری ہوگئی اب حضور علیہ السلام نے اسے دوہا اور لوگوں کو دودھ پلایا اتنا کہ سیر ہو گئے پھر حضور علیہ السلام نے سب کے بعد خود نوش فرمایا پھر حضور علیہ السلام نے اسے دوبارہ دوہا اور چھوڑ دیا، یہ بکری صبح وشام ان لوگوں کو دودھ دیتی رہی یہاں تک کہ خلافت فاروقی میں مر گئی۔

زمخشری نے ''ربیع الابرار'' میں حضرت ہند بنت الجون سے روایت کیا کہ حضور ﷺ ان کی خالہ ام معبد کے خیمہ میں مہمان ہوئے تو حضور ﷺ نے پانی طلب فرمایا اور دست اقدس دھوئے دہن اقدس میں پانی لے کر جھڑ بیری کے پیڑ میں جو خیمہ کی جانب میں تھا کلی فرمادی تو صبح کو کیا دیکھتے ہیں وہ پیڑ بہت بڑا ہو گیا اور بڑا پھل لایا جس میں کسم کی رنگت اور عنبر کی خوشبو اور شہد کا ذائقہ تھا جو بھوکا اسے کھاتا سیر ہو جاتا اور جو پیاسا کھاتا سیراب ہو جاتا اور جو مریض کھاتا اچھا ہو جاتا اور جو اونٹ یا بکری اسکے پتے کھاتے ان کا دودھ چھلکنے لگتا تو ہم نے اسکا نام ''مبارکہ'' یعنی برکت والا پیڑ رکھا، دیہات سے لوگ اس سے شفا لینے کو آتے اور اس کے پھل پتے ہمراہ لے جاتے۔

پھر ہم نے ایک دن صبح کو دیکھا کہ اس کے پھل جھڑ گئے اور پتے چھوٹے ہو گئے تو ہم گھبرائے تو ہمیں حضور علیہ السلام کی خبر وفات ہی نے چونکا دیا پھر تیس برس بعد اوپر سے نیچے تک ایک خاردار درخت ہو گیا اور اس کے پھل بالکل جھڑ گئے اور تازگی رخصت ہو گئی تو ہمیں امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی پھر اس میں پھل نہ آئے اور ہم اس کی

پتیوں سے سودمند ہوتے تھے پھر ایک صبح کو کیا دیکھا کہ اس کے تنے سے گاڑھا خون جاری ہے اور پتیاں مرجھا گئی ہیں تو ابھی ہم وحشت زدہ ورنجیدہ ہی تھے کہ ہمیں حضرت حسین بن علی کی شہادت کی خبر ملی اور وہ پیڑ اس واقعہ کے بعد خشک ہو کر ختم ہو گیا[1]۔

"مواھب اللدنیه" میں ہے کہ: جب ام معبد کے شوہر ابو معبد نے دودھ دیکھا تو انھیں تعجب ہوا، بولے اے ام معبد یہ کیا ہے اور یہ تمہیں کہاں سے ملا وہ بولیں خدا کی قسم! اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک مبارک شخص ہمارے گھر آیا اسی کا یہ کرشمہ ہے، ان کے شوہر بولے ان کا حلیہ بیان کرو اے ام معبد! وہ بولیں میں نے ایک حسین اور چمکدار چہرے والا، خوش اخلاق نہ اس میں لاغری کا عیب نہ کوتاہی سر کا نقص، جمیل وخوبرو، ان کی آنکھیں خوب سیاہ، سرمگیں بھویں دراز و باریک ملی ہوئیں، پلکوں کے بال گھنے، گردن درازی وبلندی لئے ہوئے، ریش مبارک معتدل اور گھنی، لہجہ نرم مٹھاس لئے ہوئے، جب بولیں تو اپنے ہم نشینوں پر بلند ہوں، چہرہ نمایاں پررونق ورعب دار ہو، کلام فیصل نہ قلیل کہ مخل ہو نہ کثیر کہ اکتادے، نہ دراز قد کہ دیکھنے والا انہیں براجانے نہ پستہ قد کہ کوئی ان سے نظر پھیر لے (بلکہ میانہ قد) لوگوں کے مخدوم جاں نثاروں کے جم گھٹ والے، نہ تیور چڑھائے ہوئے، تو وہ بولے خدا کی قسم یہ تو قریش کے نبی تھے، اگر میں انہیں دیکھتا تو ان کے پیچھے چل دیتا۔

''علامہ قسطلانی'' کے الفاظ یہ ہیں:

"فلما رأى أبو معبد اللبن عجب وقال ماهذا يا أم معبد؟

---

[1] مگر عجیب بات ہے کہ یہ قصہ بکری کے قصے کی طرح مشہور نہ ہوا تو ظاہر ہے جب زمخشری نے اس حدیث کو روایت کیا ہے تو اس کی ذمہ داری بھی انھیں پر عائد ہوتی ہے ۱۲ منہ۔

انی لك ھذا والشاۃ عارب حیال ولا حلوب
فی البیت فقالت لا واللہ الا انہ مربنا رجل
مبارك من حالہ كذا وكذا فقال صفیہ یاأم
معبد؟ فقالت رأیت رجلا ظاھر الوضاءۃ ملیح
الوجہ حسن الخلق لم تعبہ ثجلۃ ولم تزربہ
صلعۃ وسیم قسیم فی عینیہ دعج وفی اشفارہ
وطف وفی صوتہ صحل أحور أكحل أزج أقرن
شدید سواد الشعر فی عنقہ سطع وفی لحیتہ
كثاثۃ اذا صمت فعلیہ الوقار واذا تكلم سما وعلاہ
البھاء وكان منطقہ خرزات نظمن یتحدون
حلو المنطق فصل لا نزر ولا ھذر أجھر الناس
وأجملہ من بعید وأحلاہ وأحسنہ من قریب
ربعۃ لا تشنؤہ من طول ولا تقتحمہ عین من
قصر غصن بین غصنین فھو أنضر الثلاثۃ و
أحسنھم قدرا لہ رفقاء یحفون بہ اذا قال
استمعوا لقولہ واذا أمر تبادروا الی أمرہ محفود
محشود لا عابس ولا مفند فقال ھذا واللہ
صاحب قریش لو رأیتہ لاتبعتہ"

''سیرۃ حلبی'' میں ہے کہ ام معبد نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت
فرمائی، اسلام لائیں اور انھیں کی طرح ان کے شوہر اور ان کے بھائی نے

بھی ہجرت کی اور اسلام لائے، ام معبد کا گھرانہ تاریخوں کا شمار حضور ﷺ کے ورود مسعود سے کرتا تھا۔

ادھر مدینہ کے نادیدہ عاشقان حضور ﷺ آپ کی آمد آمد کی خبر سن کر ایسے مشتاق دیدار ہوئے کہ ہر روز مدینہ سے کچھ دور نکل کر دوپہر تک حضور ﷺ کی راہ دیکھتے تو ایک دن انتظار کے بعد اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے کہ اچانک ایک یہودی جو کسی بلند جگہ پر چڑھا ہوا تھا اور حضور ﷺ کو آتے دیکھ رہا تھا پکار اٹھا، یہ تمہارا نصیب ہے اے بنی قیلہ (یعنی اوس وخزرج) تو حضور ﷺ کے استقبال کو ہتھیار لیئے نکل پڑے۔

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں:

"ولماسمع المسلمون بالمدينة خروج رسول الله صلى الله عليه وسلم من مكة فكانوايغدون كل غداة الى الحرة ينتظرونه حتى يردهم حرالظهيرة فانقبوايومابعدماأطالوا انتظارهم فلماأووالى بيوتهم أوفى رجل من يهود على أطم من آطامهم لامرينظراليه فبصر برسول الله عليه وسلم واصحابه يزول بهم السراب فلم يملك اليهودى نفسه فنادى باعلى صوته :يابنى قلية هذاجدكم أى حظكم ومطلوبكم قدأقبل ،فخرج اليه بنوقيلة وهم الاوس والخزرج سراعا بسلاحهم فتلقوه فنزل بقباء على بنى عمروبن عوف"

حضور علیہ السلام نے مقام قباء میں نزول فرمایا اس دن دوشنبہ تھا ربیع الاوّل کی پہلی تاریخ اور ایک قول پر ۱۲ اروین تاریخ تھی ،قباء میں حضرت علی اور ان کے رفقاء ضعفائے مسلمین حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آملے ،حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت نبویہ کے بعد مکہ میں تین دن ہی ٹھہرے تھے۔

پھر حضور ﷺ نے اسلامی ماہ وسال کی تاریخ لکھنے کا حکم دیا اس کے بعد ہجرت سے تاریخ لکھی گئی اس سے پہلے ''عام فیل'' سے تاریخ لگاتے تھے۔

''مواهب اللدنیه'' میں ہے:

''وأمر صلی الله علیه وسلم بالتاریخ فکتب من حین الهجرة''

حضور ﷺ قباء میں بائیس دن ٹھہرے اور مسجد قباء تعمیر فرمائی پھر جمعہ کو دن چڑھے سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قباء سے روانہ ہوئے محلہ بنی سالم بن عوف میں جمعہ کا وقت ہو گیا وہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمراہ مسلمانوں کو جمعہ کی نماز پڑھائی ان کی تعداد سوتھی اور نماز وادی رانوناء کے بطن میں پڑھی گئی۔

پھر حضور علیہ السلام ناقہ پر سوار ہو کر چلے تو جس گھر سے گزرتے اس کے لوگ درخواست کرتے کہ حضور ہم میں نزول فرماتے ،آپ فرماتے اس کا راستہ چھوڑ دو کہ یہ ناقہ اللہ کی طرف سے مامور ہے تو اونٹنی چلتے چلتے مسجد نبوی شریف کے دروازہ کی جگہ پر بیٹھ گئی پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لئے اٹھی اور ابوایوب انصاری کے دروازہ پر جابیٹھی پھر اٹھ کر پہلی جگہ

بیٹھ کر آواز نکالی گویا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اترنے کو عرض کرتی ہوتو حضور اس سے اٹھے اور زمین پر تشریف لائے اور فرمایا انشاء اللہ یہی اپنی منزل ہے اور مسلمانوں کی فرط وخوشی کا کیا عالم تھا اور مدینہ میں کیسی رونق تھی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھئے وہ فرماتے ہیں جب وہ دن آیا جس دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اور مدینہ کی ہر شئے جگمگا اٹھی اور آپ کی آمد پر کمسن لڑکیاں چھتوں پر چڑھ گئیں اور یہ ترانہ گاتی تھیں:

طلع البدر علینا☆من ثنیات الوداع

ثنیہ الوداع سے ہمارے اوپر چاند طلوع ہوا

وجب الشکر علینا☆مادعا للہ داع

ہم پر شکر خدا واجب ہے جب تک اللہ کی عبادت ہو

ایھا المبعوث فینا☆جیت بالامر المطاع

اے وہ نبی جو ہم میں بھیجے گئے، آپ وہ فرمان لائے جس کی اطاعت بندگی

انھیں حضرت انس سے مروی کہ جب حضور علیہ السلام کی اونٹنی ابوایوب کے دروازہ پر بیٹھی بنونجار کی ننھی سی بچیاں یہ گاتی باہر آئیں:

نحن جوار من نبی النجار

ہم بنو نجار کی لڑکیاں ہیں

یا حبذا محمد ﷺ من جار

محمد ﷺ کیا ہی بہترین ہمسائے ہیں

اونٹنی کی جائے نزول مدینہ کے دو یتیموں کی زمین تھی جہاں وہ کھجوریں سکھاتے تھے اور وہ اسعد بن زراہ کی آغوش تربیت میں پل رہے تھے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس جگہ کا سودا ان دونوں سے کیا وہ بولے ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہبہ کرتے ہیں تو حضور علیہ السلام نے اسے بہ طور ہبہ قبول نہ فرمایا اور وہ جگہ ان دونوں سے دس دینار میں اس زمین کو خرید لیا اور قیمت حضور علیہ السلام نے ابوبکر کے مال سے ادا کی پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس میں اپنی مسجد شریف بنائی مسجد کی چھت شاخہائے کھجور کی رکھی اور ستون پیڑوں کے تنوں کے رکھے اور مسجد کی بلندی قد آدم رکھی اور بیت المقدس کی طرف قبلہ مسجد رکھا پھر جب کعبہ قبلہ ہوا تو حضور علیہ السلام نے قبلۂ مسجد کو کعبہ کی طرف پھیر دیا پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کی کثرت کے سبب اس میں توسیع فرمادی۔

پھر سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر مسجد میں لے کر اسے بڑھایا اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس سے وہ گھر مول مانگا تھا تو سیدنا عباس نے اسے مسلمانوں کے لئے مفت دیدیا پھر سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد کو بڑھایا اور اسے پتھروں سے تعمیر فرمایا اور اس کے ستون پتھر کے رکھے اور چھت کو ساج (ساگون کی لکڑی) سے بنایا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس جگہ میں جو ان یتیموں سے خریدی تھی اپنی دونوں بیویوں حضرت عائشہ و حضرت سودہ کے لئے حجرے بھی تعمیر فرمائے اور باقی ازواج کے حجرے حسب ضرورت بعد میں تعمیر ہوئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں سات ماہ قیام فرمایا اس مدت میں دونوں حجروں اور مسجد کی تعمیر انجام پا گئی۔

صحیح حدیث میں ہے کہ صحابہ نے فرمایا ہم لوگ ایک ایک اینٹ اٹھاتے تھے اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما دو دو اینٹیں اٹھاتے تو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمار علیہ الرحمہ کو دیکھا اور اپنے دست اقدس سے عمار رضی اللہ عنہ کے بدن سے مٹی جھاڑنے لگے اور یہ فرماتے جاتے افسوس کہ عمار کو باغی جماعت قتل کرے گی یہ انہیں جنت کی طرف بلائیں گے اور وہ لوگ انہیں دوزخ کی طرف بلاتے ہوں گے اور عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کہتے جاتے کہ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں فتنوں سے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابۂ کرام کے ساتھ پتھر کی چٹانیں شانۂ اقدس پر اٹھاتے اور یہ شعر پڑھتے۔ ع

اللھم لا خیر الا خیر الآخرہ
اے اللہ خیر نہیں مگر آخرت کی خیر
فانصر الانصار والمھاجرہ
تو انصار و مہاجرین کی مدد فرما

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس پیشن گوئی کا مصداق "جنگ صفین" میں ظاہر ہوا جب سیدنا عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حمایت میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے، یہ معرکہ حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مابین ہوا، حدیث مذکور سے حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ہمنواؤں

کا برحق اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ساتھی صحابہ کا خاطی ہونا ظاہر ہے مگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوران کے رفقاء صحابہ کرام کی خطاء اجتہادی تھی اور مجتہد اپنی خطاء پر بھی اجر کا مستحق ہے اس پر طعن و تشنیع جائز نہیں یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے اور بکثرت آیات وآحادیث اس عقیدے کی مؤید ہیں۔

روایت آئی کہ مدینہ کی آب و ہوا ناساز گار تھی اور بخار کی وباء کے لئے یہ شعر مشہور تھا تو جب کوئی اجنبی مدینہ میں آتا اس سے کہا جاتا اگر بخار سے عافیت چاہو تو گدھے کی سی آواز نکالو وہ گدھے کی آواز نکالتا تو بخار سے محفوظ رہتا تو مہاجرین کو بھی ہوائے مدینہ راس نہ آئی اور بہت سے بیمار ہوئے اور کمزور پڑ گئے ان میں حضرت ابو بکر و بلال و عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے ان کا ضعف اس درجہ بڑھا کہ مسلمان کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کے قابل نہ رہے تو مشرکین و منافقین خوش ہوتے اور یہ کہتے کہ ''یثرب'' کے بخار نے انھیں کمزور کردیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ: جب یہ عالم ہوا تو میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور آئی اور حضور کو ساری حالت بتائی تو حضور علیہ السلام نے دعا فرمائی کہ:

ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم حبب الينا المدينة كحبنا مكة أو أشد اللهم بارك لنا في صاعنا و مدنا و صححها لنا و انقل حماها الى الجحفة

یعنی اے اللہ ہمارے لئے مدینہ کو اتنا ہی محبوب کردے

جتنا ہمیں مکہ محبوب ہے بلکہ اس سے زیادہ محبوب فرمادے
اور اس کو صحت بخش فرمادے اور اس کے پیمانے میں
ہمارے لئے برکت فرما اور اس کے بخار کو منتقل فرما اور
اسے مقام ''جحفہ'' میں رکھ دے''

''امام قسطلانی'' نے فرمایا: جحفہ اس وقت یہود کا مسکن تھا اور اب مصریوں کا میقات ہے جہاں احرام باندھتے ہیں، حضور علیہ السلام کی اس دعا سے کافروں کے لئے بیماری اور ہلاکت کی دعاء کا جواز ثابت ہوا اور یہ جو مشہور ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کافروں کے لئے بھی بددعاء نہ فرمائی، غلط اور بیدینوں، گمراہوں کا فریب ہے، اس دعاء سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عظیم معجزہ ظاہر ہوا۔

چنانچہ مدینہ کی ہوا صحت بخش ہوگئی اور مدینہ طیبہ مسلمانوں کو ہر زمانے میں اپنے وطن سے زیادہ محبوب ہوگیا اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ مجھے اپنے راستہ میں شہادت اور اپنے رسول علیہ السلام کے شہر میں موت نصیب فرما۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دونوں دعائیں قبول فرمائیں، چنانچہ فیروز نصرانی کے ہاتھوں آپ مدینہ میں شہید ہوئے اور جحفہ اس دن سے ایسا ہوگیا کہ کوئی اس کا پانی پی لے تو بخار آجائے اور اس کی فضا سے چڑیا گزرے تو بخار میں مبتلا ہو کر گر پڑے۔

مہاجرین وانصار کے درمیان مواخات (بھائی چارہ کا) عقد پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی آمد کے ۸/ ماہ بعد مہاجرین وانصار کے

عقد مواخات فرمایا جس کے سبب نصرت حق اور ہمدردی ومساوات میں اور ایک دوسرے سے میراث پانے کے حق میں مہاجرین وانصار آپس میں بھائی بھائی قرار پائے۔

یہی وجہ تھی کہ مہاجرین کرام سے انصار کرام نے غایت ہمدردی ونہایت درجہ مساوات کا سلوک کیا یہاں تک کہ حضرت سعد بن الربیع انصاری نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کو اپنے نصف مال کی پیشکش کی اور ان کی دو بیویاں تھیں تو انہوں نے اپنے مہاجر بھائی عبدالرحمن سے فرمایا کہ آپ ان میں سے کوئی اختیار کر لیں کہ میں اسے طلاق دیدوں اور آپ اس سے شادی کر لیں۔

زرقانی نے کعب ابوداؤد و ترمذی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ہم نے اپنا یہ حال دیکھا کہ مسلمان آدمی اپنے دینار کا اپنے مہاجر بھائی سے زیادہ حقدار نہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس عقد مبارک کو اس درجہ مؤید فرمایا کہ مہاجرین وانصار کو ایک دوسرے کے قرابت داروں کے ہوتے ہوئے وارث ٹھہرایا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ (سورۂ انفال پارہ ۱۰/ آیت ۷۲)

یعنی بیشک جو ایمان لائے اور اللہ کے لئے گھر بار چھوڑے اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے لڑے اور

وہ جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی وہ ایک دوسرے کے وارث ہیں'' (کنز الایمان)

یہ حکم توارث جاری رہا یہاں تک کہ جنگ بدر کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسے اس آیت کریمہ:

''وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ. (سورۂ انفال پارہ ۱۰/ آیت ۷۵)

یعنی اور رشتہ والے ایک دوسرے سے زیادہ نزدیک ہیں اللہ کی کتاب میں بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے''

سے منسوخ فرمادیا یہاں ایک بات قابل ذکر ہے اور وہ یہ ہے کہ ممکن ہے کہ کوئی یہ سوال کرے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور وہیں وصال فرمایا اس میں کون سی حکمت الٰہی پوشیدہ ہے اس کا جواب علامہ قسطلانی نے ''مواھب اللدنیہ'' میں یوں تحریر فرمایا کہ:

''فان قلت ماالحکمة فی ھجرته صلی الله علیه وسلم الی المدینة واقامته بھاالی أن انتقل الی ربه عزوجل، أجیب بأن حکمة الله تعالی قداقتضت أنه علیه السلام تتشرف به الاشیاء لاأنه یتشرف بھافلوبقی علیه السلام فی مکة الی انتقاله الی ربه لکان یتوھم انه قدتشرف بمکة اذأن شرفھا قد سبق بالخلیل واسماعیل فأرادالله تعالی أن یظھر

شرفه عليه السلام فأمره بالهجرة الى المدينة یعنی حکمت الٰہیہ کا تقاضہ یہ ہوا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے امکنہ مشرف ہوں نہ کہ حضور علیہ السلام ان سے مشرف ہوں تو اگر حضور علیہ السلام اپنی حیات ظاہری میں مکہ میں رہتے تو یہ وہم ہو سکتا تھا کہ حضور علیہ السلام کو مکہ سے شرف ملا کہ شرف مکہ تو ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کے سبب ثابت ہو ہی چکا تھا تو منشاء ایزدی ہوا کہ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شرف ظاہر فرمائے تو انہیں حکم دیا کہ مدینہ کی طرف ہجرت فرمائیں"

"زرقانی" نے فرمایا:

"ولذا لم تكن الى الارض المقدسة مع أنها أرض المحشر و المنشر و موضع أكثر الانبياء لئلا يتوهم ماذكر أيضا (فلما هاجر اليها تشرفت به) لحلوله فيها و قبره بها (حتى وقع الاجماع) كما حكاه قاضى عياض و الباجى و ابن عساكر (على أن أفضل البقاع الموضع الذى ضم أعضاه الكريمة صلوات الله و سلامه عليه) یعنی اسی لئے شام کی مقدس زمین کی طرف ہجرت واقع نہ ہوئی حالانکہ وہ زمین حشر و نشر کی اور اکثر انبیاء کرام کی جلوہ گاہ ہے کہ یہاں بھی وہم ہوتا تو جب حضور علیہ السلام نے مدینہ کو ہجرت فرمائی تو مدینہ

کو حضور علیہ السلام سے شرف ملا یہاں تک کہ اس امر پر اجماع واقع ہوا کہ تمام مواضع میں افضل وہ قطعہ زمین ہے جہاں حضور علیہ السلام کا جسد اطہر ہے"

زرقانی نے مزید یہ فرمایا کہ:

"حتى من الكعبة لحلوله فيه بل نقل التاج السبكي عن ابن عقيل الحنبلي أنه أفضل من العرش وصرح الفاكهاني بتفضيله على السمٰوات بل قال البرماوى الحق ان مواضع أجساد الانبياء وأرواحهم أشرف من كل ماسواهامن الارض والسماء یعنی وہ جگہ کعبہ سے بھی افضل ہے بلکہ عرش سے بھی افضل ہے اور علامہ فاکہانی نے تمام آسمانوں پر اس کی فضیلت کی صراحت کی ہے اور برماوی نے کہا: حق یہ ہے کہ اجساد انبیاء اور ان کی ارواح کی جگہ زمین و آسمان اور جو کچھ بھی اس کے علاوہ ہے سب سے افضل واشرف ہے"

اقول جب مدینہ منورہ کی یہ خصوصیت ہے تو اس کے لحاظ سے مدینہ منورہ کو مکہ معظّمہ پر فضیلت ثابت ہوئی واللہ تعالیٰ اعلم

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

[اعلیٰحضرت بریلوی]

تمت بالخیر

صدق اللہ العظیم

دُنیا میں آفت سے بچانا مولا
عُقبیٰ میں نہ کچھ رنج دکھانا مولا!
بیٹھوں جو درِ پاک پیمبر کے حضور
ایمان پہ اُس وقت اٹھانا مولا
امام احمد رضا